Pakistan Islamicus

An International Journal of Islamic and Social Sciences
(Bi-Annual)
Trilingual: Urdu, Arabic, and English
pISSN: 2789-9365 eISSN: 2790-4911
https://pakistanislamicus.com/index.php/home
Published by:
Muslim intellectuals Research Center
Multan-Pakistan
Website: www.pakistanislamicus.com

Copyright Muslim Intellectuals Research Center
All Rights Reserved © 2021 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

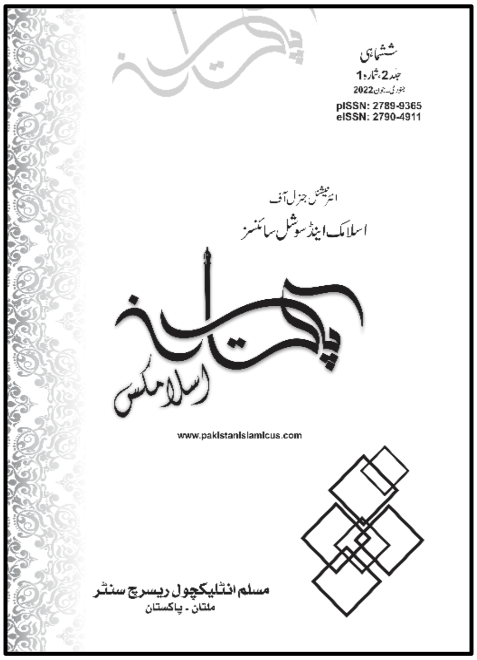

TOPIC

تاریخ حفاظت قرآن متقدمین اور متاخرین علماء کی آراء کا ایک تنقیدی جائزہ

HISTORY OF QURAN A CRITIQUE OF THE CLASSICAL AND CONTEMPORARY REVIEW

AUTHORS

Abdul Karim Dost
MPhil Scholar
University of Balochistan
Email: abdulkarimdost0@gmail.com

Abdul Wahab Naseer
MPhil Scholar
Bahauddin Zakariya University, Multan
Email: syedwahab58@gmail.com

How to Cite

Syed, Abdulkarim Dost, & Naseer, A. W. (2022).
تاریخ حفاظت قرآن متقدمین اور متاخرین علماء کی آراء کا ایک تنقیدی جائزہ:
The History of Quran a Critique of the Classical and Contemporary Review.
Pakistan Islamicus, 2(01), Pages 19-38.
Retrieved from
https://www.pakistanislamicus.com/index.php/home/article/view/16

تاریخ حفاظت قرآن متقدمین اور متاخرین علماء کی آراء کا ایک تنقیدی جائزہ

HISTORY OF QURAN A CRITIQUE OF THE CLASSICAL AND CONTEMPORARY REVIEW

Abdul Karim Dost
MPhil Scholar
University of Balochistan
Email: abdulkarimdost0@gmail.com

Abdul Wahab Naseer
MPhil Scholar
Bahauddin Zakariya University, Multan
Email: syedwahab58@gmail.com

Abstract

The Qur'an is the last heavenly book revealed to the last Prophet Muhammad al-Arabi (May Allah Bless and Peace Be Upon Him). About this book, Muslims believe that this book, as revealed to Muhammad al-Arabi Pbuh, is in its true shape without any change in the circumstances and the Lord of the universe has taken responsibility for the protection of this book. The book is neither changed in the past nor is it known in the future, but the responsibility of protecting the book is the responsibility of the Lord of the universe as He has stated in the Quran.

"We have sent down this Book and we are its protectors".

But the commentators raised the illusion of Muslims by using the sayings of the oppressed and the afflicted, that the Qur'an is not safe, in fact, it has changed, so it is important to say that wherever there is a difference in the views and opinions of the oppressed. Be corrected so that opponents are not allowed to criticize it. These research articles have criticized the views of critics and influencers for the same purpose, and cover what the Quran says about its own history.

Keywords: History of Quran, Classical View

قرآن مجید آخری آسمانی کتاب ہے جو آخری پیغمبر محمد العربی ﷺ پر نازل ہوئی۔اس کتاب کے بارے میں مسلمان یقین رکھتے ہیں کہ یہ کتاب جس طرح محمد العربی ﷺ پر نازل ہوئی، ٹھیک اُسی حالت میں بغیر کسی تغیر و تبدل کے اصل شکل وصورت میں موجود ہے اور اس کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری

خود عالم کے پروردیگار نے لی ہے اس کتاب میں نہ ماضی میں کوئی تبدیلی ہوئی اور نہ مستقبل میں اس کا اندیشہ ہے بلکہ اس کتاب کی حفاظت کا ذمہ تا قیامت عالم کے پروردیگار کے سپرد ہے جیسا کہ انہوں نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ[1]

"اس کتاب کو ہم نے ہی نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔"

لیکن مستشرقین نے متقدمین اور متاخرین کے اقوال کا سہارہ لیکر مسلمانوں کے اندر یہ ابہام پیدا کر دیا کہ دراصل قرآن محفوظ نہیں ہے بلکہ اس میں تغیر ہوئی ہے اس لیے ضروری ہے کہ متقدمین اور متاخرین کے اقوال و آراء میں جہاں جہاں سقم موجود ہے اس کی تصحیح کر دی جائے تاکہ مخالفین کو اس پر تنقید کرنے کا جواز نہ ملے۔ اس تحقیقی مضامین میں اسی مقصد کے پیش نظر متقدمین اور متاخرین کے آراء کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے اور قرآن مجید خود اپنی تاریخ کے بارے میں کیا کہتی ہے اس کا احاطہ کیا گیا ہے۔

حفظ قرآن کے طریقے:

حضور ﷺ کے زمانے میں حفاظت قرآن کے دو طریقے تھے۔

1۔ حفظ:

قدیم زمانے میں حفظ کو لوگ تحریر پر زیادہ ترجیح دیتے یہاں تک کہ تحریر کو عیب سمجھا جاتا۔ اس لیے قرآن مجید کو بھی حفظ کے ذریعے محفوظ کیا گیا۔ سب سے پہلے حافظ خود حضور اکرم ﷺ تھے۔ جبرائیل علیہ السلام جب وحی لیکر آتے تو آپ ﷺ اسے یاد کرتے اور صحابہ کو حفظ کراتے۔

زرکشی کا قول ہے۔

حفظ فی حیاته جماعته من الصحابه و کل قطعته منه کان یحفظهاجماعته کثیرةاقلهم بالغون حد التواتر(2)

"صحابہ کی ایک جماعت نے نبی ﷺ کی حیات ہی میں مکمل قرآن حفظ کر لیا تھا۔ جبکہ اس کے مختلف حصوں کو بہت صحابہ حفظ کیا کرتے تھے ان کی کم سے کم تعداد بھی حد تواتر کو پہنچتی ہے۔"

حفظ قرآن کا رواج ابتداء ہی سے ہو گیا تھا ابن مسعود پہلے صحابی ہیں جو مکہ میں علی اعلان قرآن پڑھا کرتے تھے علامہ جلال الدین سیوطی نے بیس معروف صحابہ کے نام گنوائے ہیں جنہوں نے قرآن حفظ کیا تھا ان میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت

---

[1] الحجر: 9

Al-Hijr: 9

ابوہریرہ، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت عائشہ، حضرت حفصہ اور ام سلمہ کے نام نمایاں ہیں۔ان میں سے چار کے بارے میں خود حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

خذوالقرآن میں اربعتہ:من عبداللہ بن مسعود ،وسالم ومعاذ و ابی بن کعب[2]

"قرآن سیکھنا ہے تو چار حضرات سے قرآن سیکھو، یعنی عبداللہ ابن مسعود، سالم سے، معاذ اور ابی بن کعب سے۔"

ذہبی کا خیال ہے کہ تمام نامور صحابہ جو تاریخ میں مشہور ہوئے سب تقریباً حافظ تھے۔ گویا حضور ﷺ ہی کے دور میں حفاظ صحابہ کی تعداد سینکڑوں میں تھی۔ یہ پہلا ذریعہ تھا جس کے ذریعے قرآن مجید تواتر کے ساتھ منتقل ہوئی۔

2۔ تحریر:

قرآن مجید نہ صرف حفظ کے ذریعے زبانی جمع کیا گیا، بلکہ یہ تحریری صورت میں بھی ضبط کیا گیا۔اس کے شواہد خود قرآن میں موجود ہیں۔ان میں سے بہت سے اہم شہادت سورہ فرقان میں ہے جہاں قرآن کفار کی ایک بات کو زیر بحث لایا ہے۔ کفار کا کہنا تھا کہ یہ تو پرانے قصے کہانیاں ہیں جنہیں حضور ﷺ نے خود لکھا ہے۔ اس طرح لکھنے کی شہادت میں حضرت عمر کے قبول اسلام کا واقعہ بھی اہم ہے اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں ہی جبکہ نبی ﷺ بھی دار ارقم میں تبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ قرآن کے کچھ حصے تحریری شکل اختیار کر چکی تھیں۔احادیث بھی اس طرف اشارہ کرتی ہیں۔ نبی ﷺ نے کاتبین وحی بھی مقرر فرما رکھے تھے۔ حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے۔

کنا عند رسول اللہ ﷺ نولف القرآن منالرقاع [3]

"ہم قرآن کی تالیف کاغذ یا چمڑے کے ٹکڑوں پر نبی ﷺ کی موجودگی میں کیا کرتے تھے۔"

احادیث کے مطابق مندرج ذیل چیزوں پر قرآن لکھا جاتا تھا۔

1۔ عسیب (کھجور کی چھال) 2۔ لخاف (پتھر) 3۔ رقاع (کاغذ، جلد، یا چمڑے کے ٹکڑے) 4۔ قطع الادیم (چمڑے کے ٹکڑے) 5۔ اکتاف (اونٹ کے شانے کی ہڈی) 6۔ اقطاب (کجاوے کی لکڑی)

جب بھی وحی نازل ہوتی، تو حضور کاتبین وحی کو بلاتے اور اس آیت کو تحریر کرواتے۔ اس کام کی نگرانی خود آپ ﷺ فرماتے۔ مسند میں روایت ہے۔

---

[2] زرکشی، برہان، طبع دوم، (دار لفکر بیروت، 1980)، ج۱، ص241

Zarkaši ,burhān, adition 2 ,(dār alfkir byrūt ,1980),ğ 1,p.241

[3] سیوطی، اتقان فی علوم القرآن، (بیدار، منشورات الرازی، 1334)، ج1، ص244

syūṭy , atqān fy Uʿlūm al-qrʾān, (bydār,mnšūrāt ālrāzi 1334,),vol.1,p.244

ان رسو ل اللہ ﷺکان مما یاتی علیہ الزمان ینزل علیہ مکن السورذوات العدد و کان اذا انزل علیہ الشیٔ یدعو بعض من یکتب عندہ یعقول ضعوا ھذہ فی السورۃالتی یذکر فیھا۔[4]

"نبی ﷺ پر بعض اوقات بعض سورتیں اکٹھی بھی نازل ہو جایا کرتی تھیں، جب بھی کسی سورہ کی کوئی آیات نازل ہوتیں، نبی ﷺ کاتبین وحی میں سے کسی کو بلاتے اور فرماتے کہ اسے فلاں فلاں سورہ میں فلاں جگہ لکھ دو۔"

اس سے یہ بات بالکل یقینی ہے کہ حضور ﷺ کے دور میں نہ صرف وحی باقاعدہ لکھی جاتی تھی بلکہ آپ ﷺ اسے خود ترتیب دیا کرتے تھے۔ یہ بات واضح رہے کہ علماء متقدمین کی اکثریت کے مطابق سورتوں میں میں آیتوں کی ترتیب اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے ذریعے سے مقرر کی، لیکن سورتوں کی ترتیب صحابہ کرام کی اجتہاد پر مبنی ہے۔[5]

نبی ﷺ کے انتقال تک تمام قرآن مجید لکھا جا چکا تھا تاہم وہ مجلد نہ تھا۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ زرکشی لکھتے ہیں۔

وانما لم یکتب فی عھد النبیﷺ مصحف لئلا یفضی الہ تغییرہ بکل وقت ،فلھذہ تاخرت کتابتہ الی ان کمل نزول القرآن بموتہ ﷺ[6]

"نبی ﷺ کے زمانے میں قرآن مجید کو ایک جلد میں مرتب نہ کرنے کی وجہ غالباً یہ تھی کہ وحی کا نزول جاری تھا، لہذا اس میں ہر وقت تبدیلی کا امکان تھا ،شاید یہی وجہ ہے کہ قرآن کو حتمی شکل میں مرتب کرنے کا کام نبی ﷺ کی رحلت تک موخر رکھا گیا۔ اور جب وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا پھر یہ کام ہو گیا۔"

جمعِ قرآن، قرآن مجید کی روشنی میں:

آپ ﷺ پر قرآن مجید کا نزول تقریباً تئیس برس میں مکمل ہوا۔ یہ نزول تدریجاً ہوا۔ قرآن مجید اس تاریخی حقیقت کا خود شاہد ہے اس کی تدوین نبی ﷺ کی رحلت سے قبل مکمل ہو چکی تھی۔ وہ آیات جو قرآن مجید کی اس شہادت کو پیش کرتی ہیں انہیں سیاق وسباق اور پورے قرآن مجید کی پس منظر میں سمجھا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ نبی ﷺ وصال سے پہلے قرآن مجید مکمل لکھا جا چکا تھا۔ اب اس پس منظر کے ساتھ قرآن مجید کے آیات کو سیاق وسباق میں رکھ کر پیش کرونگا، جو اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ قرآن مجید حضور ﷺ کی رحلت سے قبل مکمل ہو چکی تھی۔

---

4 سیوطی، اتقان فی علوم القرآن، (بیدار، منشورات الرازی، 1334)، ج1، ص202
syūṭy , atqān fy uʿlūm al-qrʾān, (bydār,mnšūrāt ālrāzi 1334),vol.1,p.202

5 احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، (دار الفکر بیروت 1980) حدیث نمبر 2344
aḥmd bin ḥanbal, musnd aḥmd bn ḥanbl ,(dār alfikr byrūt 1980)ḥdith No.2344

6 سیوطی، اتقان فی علوم القرآن، (بیدار منشورات الرازی، 1343،) ج1، ص219
syūṭy , atqān fy uʿlūm al-qrʾān, (bydār,mnšūrāt ālrāzi 1334)vol.1,p.219

قرآن مجید سے یہ بات واضح ہے کہ نبی ﷺ کی خواہش تھی کہ ان کے مخاطبین ایمان لے آئیں۔اس ضمن میں حضور ﷺ نے ہر ممکن کوشش کی اور اہل کتاب وقریش کے ظلم وستم کا سامنا بھی کیا۔اس مساعی کے دوران آپ ﷺ کے دل میں قرآن کو یک بارگی لینے کی خواہش پیدا ہوئی تاکہ مخالفین کے اعتراجات کا جواب عین وقت میں دیا جاسکے۔اس صورت میں وہ ایمان لانے کے لیے مجبور ہو جائینگے۔اوراس بات نے حضور ﷺ کے دل میں اس خواہش میں مزید شدت پیدا کر دی۔کہ قریش نے یہ اعتراض اٹھایا کہ قرآن مجید بتدریج کیوں نازل ہو رہی ہے اسے تو یک بارگی نازل ہونا چاہیے تھا۔قرآن مجید نے ان کے اس اعتراض کو یوں بیان کرتی ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا[7]

''اوران کافروں نے کہا کہ اس کے اوپر قرآن ایک دفعہ کیوں نہیں اتارا دیا گیا؟ ہم نے ایسا ہی کیا تاکہ اس کے ذریعے سے ہم تمہارے دل کو مضبوط کریں اور ہم نے اس کو تدریج اور اہتمام کے ساتھ اتارا ہے۔''

اس آیت کے مضمون سے واضح ہے کہ اس میں نبی ﷺ کے لیے تشفی وتسلی ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ تعلیم وتربیت کے پیش نظر یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔اس طرح قرآن کے بعض اور مقامات پر نبی ﷺ کو اس وقت تک صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے جب تک کہ پورا قرآن مجید نازل نہیں ہو جاتا۔سورہ طہٰ میں ارشاد خداوندی ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۡ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا[8]

''اوراسی طرح ہم نے اس کو عربی قرآن کی صورت میں اتارا اور اس میں ہم نے اپنی وعید گوناگوں پہلوؤں سے واضح کر دی ہے تاکہ یہ لوگ خدا کے غضب سے بچیں، یا ان کے اندر کچھ سوجھ بوجھ پیدا کرے۔پس اللہ بادشاہ حقیقی بہت برتر ہے۔پس تم قرآن کے لیے اپنی طرف اس کی وحی کو پوری کیے جانے سے پہلے جلدی نہ کرو اور دعا کرتے رہو کہ اے میرے رب میرے علم میں افزونی فرما۔''

سورہ اعلی میں دو مثالوں کے ذریعے آپ ﷺ کو صبر کی تلقین کی گئی۔جس میں قدرت کے عمومی قانون کو بیان کرنا مقصود ہے۔پہلی یہ کہ کائنات میں اللہ تعالیٰ نے تدریج کا پہلو رکھا ہے اور ہر چیز اپنی تکمیل کے لیے اسی کی محتاج ہے۔اس کو کمال مختلف مراحل سے گزر کر ہی نصیب ہوتا ہے۔اس طرح نزول قرآن بھی تدریج وترقی کے مراحل سے گزر کر ہی کمال تک پہنچے گا،اس لیے آپ ﷺ کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔

---

[7] الفرقان:32

al-furqān : 32

[8] طہٰ:113،114

Taha:113,114

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَى الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰى وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰى وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰٓى اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا یَخْفٰى[9]

"اپنے خداوند برتر کے نام کی تسبیح۔ جس نے خاکہ بنایا پھر نوک پلک سنوارے اور جس نے مقدر کیا اور ہدایت بخشی اور جس نے نباتات اگائیں پھر ان کو گھنا و سرسبز و شاداب بنایا۔ ہم تمہیں پڑھائینگے تو تم نہیں بھولو گے مگر وہی جو خدا چاہے گا۔ وہ ہر ظاہر اور مخفی چیز کا علم رکھتا ہے۔"

اسی طرح سورہ اعلی اور طہٰ کی دیگر آیات بھی اسی بات کی تائید کرتی ہیں۔

ہر بار جب بھی وحی نازل ہوتی، نبی ﷺ کو خیال ہوتا کہ شاید اس بار پورا قرآن مل جائے۔ چنانچہ اسی خواہش کے پیش نظر آپ ﷺ قرآن مجید کو جلدی جلدی پڑھتے، کہ قرآن کا غیر نازل شدہ حصہ بھی فی الفور نازل ہو جائے۔ سورہ قیامہ میں آپ ﷺ کو ہدایت کی گئی کہ آپ تحمل کے ساتھ پڑھیں۔ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ مقرر وقت پر قرآن تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ اور اس کی نزول، قراءت اور اس کی حفاظت یہ سب ہمارے ذمے ہے۔

لَا تُحَرِّکْ بِهٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ[10]

"اس کو سیکھنے کے لیے اپنی زبان کو جلدی نہ چلا۔ بے شک ہمارے ذمے ہے اس کو جمع کرنا اور اس کو سنانا تو جب ہم اسے سنا چکیں، تو اس سنانے کی پیروی کرو۔ پھر بیشک ہمارے ہی ذمہ ہے اس کی وضاحت کرنا۔"

ان آیات کی تفسیر میں جاوید احمد غامدی لکھتے ہیں۔

"ان آیات کی تفسیر اکثر مفسرین نے مختلف کی ہے۔ ان کے نزدیک "التعجل" میں ضمیر مفعول کا مرجع قرآن کا وہ حصہ ہے جو کسی ایک موقع پر نازل ہو رہا ہوتا تھا۔ چنانچہ ان کے نزدیک نبی ﷺ اس وقت کی وحی کو جلد پا لینے میں عجلت کرتے تھے کیونکہ آپ کو ڈر تھا کہ کہیں وہ آپ کو بھول نہ جائے۔ یہ نقطہ نظر دراصل ایک حدیث پر مبنی ہے ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی ﷺ بھول جانے کے خدشہ سے وحی کو، جب جبریلؑ اسے آپ تک پہنچاتے تھے، تیز تیز دہراتے تھے۔ اس پر اللہ تعالی کی طرف سے یہ ہدایت آئی کہ آپ اس میں عجلت نہ کریں، کیونکہ اللہ نے اس کو آپ کے قلب میں جمع کرنے کی ذمہ داری خود لے لی ہے۔ اس کے برعکس مولانا فراہی کی رائے یہ ہے کہ قرآن کے سیاق وسباق اور دیگر آیات (25،32،20،113،114) کی روشنی میں نبی ﷺ کی عجلت کی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ پورا قرآن جلد پالینا چاہتے تھے۔ چنانچہ یہ عجلت کسی خاص ایک موقع کی نہیں ہے بلکہ یہ

---

[9] اعلی: 7-1

aʿala : 7-1

[10] القیامہ 16-19

al-qyāmah : 19-16

آپ کی ہمیشہ سے خواہش رہی ہے تاکہ کفار کے اعتراضات واشکالات کے جواب دے سکیں۔دوسری چیز جو قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ جمع کا جو فعل استعمال ہوا ہے اس کا مطلب دل میں جمع کرنا نہیں ہے جیسا کہ اکثر مفسرین کا خیال ہے مجازی مفہوم لینے کے لیے کوئی قرینہ چاہیے جو یہاں مفقود ہے ۔چنانچہ یہاں جمع اپنے لغوی مفہوم یعنی مرتب شکل میں جمع کرنے کے لیے ہی ہے۔"[11]

مندرجہ بالا آیت کو اس تفسیر کی روشنی میں سورہ اعلیٰ کی آیت 6اور 7 کے ساتھ ملا کر سمجھنے کی کوشش کی جائے تو بات واضح ہو جاتی ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے درج ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

☆قرآن کریم نبی ﷺ کو حالات و مواقع کے مطابق بتدریج عطا کیا گیا جن میں آسمانی ہدایت کی ضرورت پیش آتی تھی۔

☆اس کی ترتیبِ نزولی کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔اللہ تعالی نے اس کو ترتیب نزول سے بالکل مختلف انداز میں خود ترتیب دیا اور ایک بار جب قرآن مجید کی تدریجی نزول مکمل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ عزوجل نے جبرائیل امین کے ذریعے اسے دوبارہ نبی ﷺ کو پڑھ کر سنایا۔اس آخری قراءت میں (جسے "عرضۂ اخیرہ" کہا جاتا ہے) عبوری نوعیت کے احکامات شامل نہیں کئے گئے۔

☆یہ حتمی ترتیب اور آخری قراءت کا مرحلہ اُس وقت پیش آیا۔جب قرآن کی جمع وتدوین مکمل ہو چکی تھی۔ چنانچہ اب یہ ہر طرح کے نقصان اور شک سے محفوظ تھا۔پھر قرآن کو اسی حتمی ترتیب میں لکھا بھی گیا اور حفظ بھی کیا گیا۔

☆اس آخری قراءت کے بعد آپ ﷺ کو بھی اسی کی پیروی کا پابند بنا دیا گیا اور آپ ﷺ کو پہلی قراءت سے پڑھنے کی اجازت نہ تھی۔

☆اس آخری قراءت کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے بنفس نفیس ان احکام کی وضاحت بھی کر دی۔جن کی وضاحت مطلوب تھی۔

چنانچہ قرآن مجید سے یہ بات واضح ہے کہ اس کی جمع وتدوین کا کام نبی ﷺ کی حیات ہی میں اللہ کی طرف کر دیا گیا تھا۔قرآن کی حتمی قراءت یعنی عرضۂ اخیرہ کی قرآءت مکمل قرآن پر مشتمل تھی۔جس میں دو مرتبہ جبریل امین کو قرآن پڑھ کر سنایا۔یہ آخری قراءت نبی ﷺ کی رحلت سے کچھ عرصہ قبل رمضان میں کی گئی تھی۔

یہ تو قرآن مجید کا اپنے بارے میں نقطہ نظر ہے جو میں نے بیان کر دیا۔لیکن متقدمین علماء کرام نے بعض چیزوں کے سمجھنے میں غلطی کی ہے،اور بعض غلط احادیث کی بنیاد پر ایک ایسی نقطہ نظر قائم کی،جو نہ صرف قرآن مجید کے آیات کے برخلاف ہے بلکہ تمام تاریخی حقائق سے تصادم ہے۔اسی کو بنیاد پر بنا کر مستشرقین نے مسلمان علماء کو لاجواب کر دیا ہے اور وہ اپنے اس غلط نقطہ نظر کی وجہ سے انہیں مطمئن کرنے میں مکمل ناکام ہیں۔جبکہ اگر قرآن مجید کا نقطہ

---

[11] جاوید احمد غامدی،البیان،(المورد لاہور،2010)،ص355

JāūYd aḥmd ġāmdY, al-bYān , (ālmūrId lāhūr,2010) ,p.355

نظر قبول کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس پر خا مخواہ سوال اٹھایا جا سکے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نقطہ نظر حقائق پر مبنی ہے اس لیے ضروری ہے کہ قرآن مجید کا نقطہ بیان کرنے کے بعد متقدمین اور متاخرین علماء کا نقطہ نظر بیان کیا جائے تاکہ اس میں موجود تمام نقائص اور غلط فہمیاں سامنے آسکیں۔

متقدمین کا نقطہ نظر:

متقدمین کا نقطہ نظر قرآن مجید کے دو مختلف ادوار پر مشتمل ہے دونوں کو علیحدہ علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت ابو بکر کے دور میں تدوین قرآن:

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ یمامہ میں بہت سے حفاظ شہید ہو گئے تھے چنانچہ یہ خدشہ پیدا ہوا کہ اگر قرآن مجید کو ایک کتابی شکل میں جمع نہ کیا گیا تو وحی کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا۔ بخاری کی روایت کے مطابق یہ معاملہ اس طرح سے ہے۔

’’ہم نے موسیٰ بن اسماعیل، ابراہیم بن سعد سے، (وہ کہتے ہیں کہ) ہم نے شہاب زہری نے عبید بن سباق سے بیان کیا کہ زید بن ثابت کہتے ہیں کہ جنگ یمامہ میں جب بہت سے لوگ شہید ہوئے تو ابو بکر نے مجھے بلا بھیجا۔اس وقت عمر بھی ان کے پاس موجود تھے۔ابو بکر نے کہا کہ میرے پاس عمر آئے اور کہا: جنگ یمامہ میں قرآن کے بہت سے حفاظ شہید ہو گئے ہیں اور مجھے خدشہ ہے کہ اگر اسی طرح کسی اور میدان جنگ میں بھی قراء شہید ہو گئے تو کہیں قرآن کا بہت حصہ ضائع نہ ہو جائے۔اس لیے ہمیں اسے کتابی شکل میں اکٹھا کر لینا چاہیے اور میری رائے یہ ہے کہ یہ کام آپ کریں۔ میں نے عمر سے کہا ہے آپ وہ کام کیسے کر سکتے ہو جسے اللہ کے رسول نے نہیں کیا تو عمر نے کہا کہ واللہ یہ کام بہتر ہے پھر عمر مجھ سے اصرار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالی نے اس بات کے لیے میرا بھی سینہ کھول دیا اور اب میری بھی رائے وہی ہے جو عمر کی ہے۔زید کہتے ہیں کہ پھر ابو بکر نے مجھے کہا کہ تم ایک ذہین نوجوان ہو،اور تم پر جھوٹ اور عدم ضبط کا کوئی شبہ نہیں اور تم نبی ﷺ کے زمانے میں بھی وحی کی کتابت کرتے رہے۔ لہذا تم قرآن کو تلاش کرو اور اسے جمع کرو۔زید کہتے ہیں: خدا کی قسم اگر وہ مجھے کوئی پہاڑ منتقل کرنے کو کہتے تو یہ کام، مجھے اس سے زیادہ آسان محسوس ہوتا۔ میں نے کہا: آپ وہ کام کیسے کر سکتے ہیں جو نبی ﷺ نے نہیں کیا۔ تو ابو بکر نے کہا واللہ یہ کام بہتر ہی ہے۔ پھر ابو بکر مجھ سے یوں ہی اصرار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالی نے اس کام کے لیے میرا بھی سینہ کھول دیا۔ جس کے لیے اس نے ابو بکر و عمر کا کھولا تھا۔ چنانچہ میں نے قرآن کے مواد کی تلاش شروع کی اور اسے کھجور کی چھال ،پتھروں اور لوگوں کی یادداشت سے اکٹھا کرنا شروع کیا۔ میں نے سورہ توبہ کی آخری دو آیات ’’لقد جاكم رسول من انفسكم عزيز عليه ما

عنتم"۔۔سے سورت سے آخر تک ابو خزیمہ کے پاس پائیں اور یہ مجھے کسی اور کے پاس نہ ملیں۔ وہ صحف ابو بکر کی وفات تک اس کے پاس رہے، پھر جب تک عمر زندہ رہے وہ ان کے پاس رہے اور پھر وہ ان کی بیٹی حفصہ کے پاس رہے۔"[12]

روایت کا خلاصہ:

1۔ حضرت ابو بکر نے حضرت زید کو حکم دیا کہ وہ قرآن کو ایک جگہ جمع کریں۔

2۔ حضرت زید نے اُس زمانے میں لکھنے کے لیے استعمال ہونے والی مختلف چیزوں اور لوگوں کی یادداشتوں سے اسے مصحف کی صورت میں جمع کیا۔ اس سے مراد لکھنے کے لیے استعمال ہونے والا مواد مثلاً چھال، کھال، کاغذ اور پتھر وغیرہ ہے۔ ان صحف میں سورتوں کے اندر آیات کی ترتیب مقرر تھی، مگر سورتیں جن ٹکڑوں پر لکھی ہوئی تھیں، ابھی ان کی ایک مکمل کتاب کی شکل میں جلد بندی نہیں ہوئی تھی۔

3۔ سورہ توبہ کی آخری دو آیات صرف حضرت خزیمہ انصاری کے پاس پائی گئیں۔

4۔ اسطرح تیار ہونے والے صحف حضرت ابو بکر کی وفات تک ان کے پاس، پھر حضرت عمر کے پاس اور ان کے بعد ان کی بیٹی حضرت حفصہ کے پاس موجود رہے۔

حضرت عثمان کے دور میں تدوین قرآن:

حضرت عثمان کے عہد میں جب قرآن کی قراءت میں اختلافات پیدا ہونا شروع ہوئے، تو انہوں نے صحابہ کے مشورہ سے مصحف کی معیاری نقل تیار کروائی۔ حضرت زید کے حضرت ابو بکر کے لیے تیار کردہ مصحف ہی کو جو حضرت حفصہ کے پاس موجود تھی۔ اس کی بنیاد بنایا گیا۔ اس ضمن میں صحیح بخاری کی روایت ہے۔

"ہم نے موسیٰ سے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہم سے ابراہیم سے بیان کیا (وہ کہتے ہیں) ہم سے ابن شہاب زہری نے بیان کیا۔ کہ انس بن مالک نے ان سے یہ بات بیان کی۔ حذیفہ بن یمان حضرت عثمان کے پاس اُس وقت آئے، جب آرمینیا اور آذر بائیجان کے محاذ پر عراق و شام کے لوگوں کے خلاف لڑائی ہو رہی تھی۔ حذیفہ لوگوں کے درمیان قراءتوں کے اختلافات سے پریشان تھے۔ انہوں نے حضرت عثمان سے کہا: اے امیر المومنین اِس امت کو اللہ کی کتاب کے بارے میں ایسے اختلافات سے بچائیں جیسے یہود و نصاریٰ نے کیے۔ چنانچہ حضرت عثمان نے ایک قاصد کے ذریعے حضرت حفصہ کے

---

[12] بخاری ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، (دار السلام ریاض 1999) باب جمع قرآن، حدیث نمبر، 4986
bukhāry abūʿbdā llh muḥamd bin asmāʿyl ,āljāmʿ al-ṣḥyḥ al-bukhāry, (dārālslām ryāḍ1999) bāb jamʿ qrʾān,ḥadith nmbr,4986

پاس بھیجا کہ آپ وہ مصحف ہمارے پاس بھیج دیں۔تاکہ ہم اس سے مزید کاپیاں تیار کر سکیں۔ پھر ہم انہیں آپ کو واپس کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت حفصہ نے وہ حضرت عثمان کے پاس بھیج دیا۔انہوں نے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعد بن العاص اور عبدالرحمن بن حارث کو متعین کیا کہ وہ اس سے معیاری نقلیں تیار کریں۔اور حضرت عثمان نے تینوں قرشیوں کو ہدایت کی کہ اگر کسی آیت یا لفظ کے بارے میں تمہارا زید سے اختلاف ہو جائے تو اسے قریش کے لہجے میں لکھنا کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا اور جب وہ بہت سی نقلیں تیار کر چکے تو حضرت عثمان نے وہ "مصحف "حفصہ کو واپش بھیج دیا۔اوران معیاری نسخوں کی ایک ایک نقل ہر اسلامی صوبے میں بھجوادے اور حکم دیا کہ تمام دوسرے قرآنی نسخے مکمل یا ادھورے سب جلا دیے جائیں۔اور ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ مجھے زید کے بیٹے خارجہ نے بتایا کہ انہوں نے اپنے باپ سے یہ کہتے سنا۔جب ہم نقول تیار کر رہے تھے تو مجھے سورہ احزاب کی ایک آیت نہ ملی، جبکہ میں خود نبی ﷺ کو وہ آیت پڑھتے ہوئے سنتا تھا۔ چنانچہ ہم نے اسے تلاش کیا تو اسے خزیمہ بن ثابت انصاری کے پاس پایا۔وہ آیت یہ تھی" من المومنين رجال صدقواما عاهدوالله عليه "۔ چنانچہ ہم اس کو مصحف میں اس کی سورت میں رکھ دیا۔"[13]

روایت کا خلاصہ:

1۔ مسلمانوں میں قرآن مجید کی قراءت کے بارے میں اختلافات پیدا ہو گئے تھے جن کی وجوہات درج ذیل تھیں۔

الف: عرب میں عربی زبان کی مختلف بولیاں رائج تھیں۔ مثلاً ضمیر مخاطب مونث "ک "کو" شِ کی طرح پڑھا کرتے تھے مثلاً "قد جعل ربک تحتک سریا" کو یوں پڑھا کرتے تھے "قد جعل ربش تحتش سریا"

ب: مختلف قبائل میں حروف تہجی اور لہجے کا فرق تھا۔

ج: سبعہ احرف کا فرق تھا۔

د: کچھ لوگوں کے پاس قرآن نزولی ترتیب میں محفوظ تھا، جو ظاہر ہے کہ قرآن کی حتمی ترتیب سے مختلف تھا۔

ھ: ابتداء میں قرآن مجید پر اعراب موجود نہ تھے۔

2۔ حضرت عثمان نے حضرت حفصہ سے خلافت صدیقی والا "مصحف" منگوایا تھا۔

---

[13] بخاری ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، (دارالسلام ریاض 1999) باب جمع قرآن، حدیث نمبر۔4987

bukẖāry abū ʿbdā llh muḥamd bin asmāʿyl ,āljāmʿ al-ṣḥyḥ al-bukẖāry , (dārālslām ryāḍ1999) bāb jamʿ qrʾān,ḥadiṯẖ nmbr,4987-

3۔ حضرت عثمان نے چار صحابہ کے ذمے لگایا کہ وہ قرآن کی معیاری نقلیں تیار کریں۔ان صحابہ میں حضرت زید بن ثابت بھی شامل تھے۔

4۔ سورہ احزاب کی ایک آیت خلافت صدیقی والے مصحف میں غائب پائی گئی، وہ حضرت خزیمہ بنت ثابت انصاری کے پاس سے ملی۔

5۔ حضرت عثمان نے یہ معیاری نقول خلافت کے تمام اہم مراکز میں اس ہدایت کے ساتھ روانہ کیں کہ ان کے علاوہ باقی سب لکھا ہوا جلا دیا جائے۔

عہد ابو بکر میں جمع قرآن کا تنقیدی جائزہ:

عہد ابو بکر میں جمع قرآن کی تفصیل کو بیان کرنے والی روایت کی قبولیت میں درج ذیل اشکالات مانع ہیں۔

1۔اس روایت کو پڑھنے کے بعد حیرانی ہوتی ہے کہ صحابہ کرام گویا تدوین قرآن کی اہمیت سے کماحقہ واقف نہ تھے بالفرض اگر حضور ﷺ کی زندگی میں تدوین کا کام نہیں ہوا تھا، جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے تو صحابہ کرام پر حضور ﷺ کی وفات کے بعد سب سے پہلی ذمہ داری یہی عائد ہوتی تھی کہ وہ قرآن مجید کی تدوین و تالیف کے کام کو باقی سب کاموں پر ترجیح دیں۔ جبکہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ کام جنگ یمامہ کے بعد شروع کیا، جو حضور ﷺ کی وفات کے تقریباً ایک سال بعد لڑی گئی۔اس روایت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اگر حضرت عمر اس کام پر اصرار نہ کرتے۔تو شاید یہ کبھی نہ ہوتا۔ کیوں حضرت ابو بکر اور حضرت زید دونوں سلسلے میں متذبذب تھے۔ان کی دلیل یہ تھی کہ جس کام کو حضور ﷺ نے نہیں کیا۔ اسے ہم کیسے کر سکتے ہیں بالآخر حضرت عمر کے بہت اصرار پر یہ کام ہوا۔اس سارے بیان کو عقل سلیم کی روشنی میں ماننا بہت مشکل ہے۔مزید برآں یہ کہ اس روایت کے نتیجے میں صحابہ کا خلوص اور ایمانداری بھی مشتبہ ہوتی ہے، حالانکہ ان کا اخلاص اور وفاداری تو ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے۔

2۔روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اصل وجہ جو جمعِ قرآن کا محرک بنی، وہ یہ تھی کہ جنگ یمامہ میں بہت سے حفاظ شہید ہوئے تھے۔تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ جنگ یمامہ میں صرف چالیس صحابہ شہید ہوئے اور ظاہر ہے کہ یہ اتنی بڑی تعداد نہیں کہ جس سے قرآن کے ضیاع کا اندیشہ لاحق ہو جاتا۔ مشہور مورخ ابن اثیر (690ھ) نے ان ناموں کی فہرست دی ہے[14] پھر ان چالیس صحابہ میں سے صرف ایک صحابی حضرت سالم پورے قرآن کے حافظ تھے اگر قرآن حفاظ کے سینوں میں محفوظ تھا تو پھر ایک حافظ کا شہید ہونا اتنی اہمیت کا حامل نہیں تھا۔باقی شہداء مکمل حافظ نہ تھے بلکہ جزوی حفاظ میں شمار ہوتے تھے اور جزوی طور پر تو قرآن تقریباً سبھی لوگوں کو یاد تھا۔

3۔یہ بات بھی حیران کن ہے کہ اتنا اہم کام صرف حضرت زید کے سپرد کیا گیا، جبکہ عمر اور تجربے کے اعتبار سے بہت سے معتبر صحابہ موجود تھے۔جیسے امہات المومنین، حضرت ابن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل وغیرہ، یہ سب جو نزول وحی کے عینی شاہد تھے، ان میں سے کسی سے بھی

[14] ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، (دار الریاض بیروت 1965)، ج2، ص366

abn aṯhyr , al-kāml fy al-tārykẖ , (dār al-ryāḍ byrūt 1965),vol.2,p.366

مشورہ تک نہیں کیا گیا جبکہ حضرت زید جن کی عمر ہجرت کے وقت صرف بارہ برس تھی ان کو یہ کام سونپ دیا گیا۔مزید برآں وہ قریشی بھی نہ تھے جبکہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا اور لکھا بھی گیا تھا۔

4۔روایت کا آخری حصہ تو بالکل نا قابل فہم ہے بلکہ تشویشناک بھی ہے جس کے مطابق سورہ توبہ کی آخری آیات صرف حضرت خزیمہ انصاری کے پاس پائی گئیں۔اسی حدیث کے دوسرے متن میں ان کی بجائے حضرت ابو خزیمہ کا نام ہے۔پھر بعض متون کے مطابق دو آیات ان کے پاس سے ملی تھیں۔ روایت کا یہ حصہ قرآن اور مسلمہ تاریخ کے خلاف ہے۔

5۔اگر یہ حضرت ابو بکر کی ذاتی خواہش تھی تو اس کی کوئی خاص اہمیت نہیں رہ جاتی، لیکن اگر یہ سرکاری سطح کا کام تھا تو پھر کچھ اور سوالات پیدا ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ انہوں نے اسے سرکاری سطح پر رائج کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی ؟آپ نے اس کی مزید نقلیں کیوں تیار نہ کروائیں اور دوسرے خلیفہ حضرت عمر نے بھی اس کا اہتمام کیوں نہیں کیا۔

6۔اگر یہ تسلیم کر لیا جائے۔کہ یہ سرکاری نسخہ تھا۔تو پھر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمر کی وفات کے بعد یہ نئے خلیفہ حضرت عثمان کی تحویل میں کیوں نہیں دیا گیا؟اسے حضرت حفصہ کے سپرد کیا گیا؟اور یہ بھی کہ حضرت عثمان نے آرمینیا اور آذر بائیجان کی جنگ تک اسے حضرت حفصہ سے کیوں طلب نہ کیا۔

7۔وہ روایات جو عہد عثمانی میں قرآن کی تدوین کو بیان کرتی ہیں، ان کے مطابق حضرت زید بن ثابت والا مجموعہ نامکمل تھا۔کیونکہ اس میں سورہ احزاب کی چند آیات موجود نہ تھیں۔گویا اگر مان بھی لیا جائے تو حضرت زید نے یہ عظیم کام کیا تھا تو پھر یہ نا قابل یقین ہے کہ وہ نامکمل رہ گیا ہو اور اس کی تکمیل کے بعد اتنے عرصہ تک کسی نے بھی اس کا جائزہ نہ لیا ہو۔

8۔یہ روایت اپنی سند کے اعتبار سے بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند کے پہلے تین طبقات میں صرف ایک ہی راوی ہے گویا غریب روایت ہے پہلے طبقہ میں صرف حضرت زید بن ثابت اسے روایت کرتے ہیں جن سے صرف عبید بن سباق اور ان سے صرف ابن شہاب روایت کرتے ہیں [15] یعنی پہلی تین نسلوں میں یہ بات صرف چند ہی لوگوں کو معلوم تھی، معاملے کی اہمیت کے پیش نظر یہ بات نا قابل فہم ہے کہ اس کا علم چند ہی لوگوں تک محدود ہو۔

9۔اس روایت کا کوئی بھی متن ابن شہاب زہری کی شخصیت سے خالی نہیں ہے اور قرآن کی روایات کے حوالے سے ان کی شخصیت متنازع ہے ابن شہاب زہری کی شخصیت کس طرح متنازع ہے۔اس پر سند کی تحقیق کے ضمن میں مفصل بحث کیا جائے گا۔

---

[15] تمنا عمادی، جمع قرآن، (رحمان پبلشنگ ٹرسٹ کراچی، 1994)، ص120تا151

tmnā ʿmādy ,jamʿ qrʾān , (rḥmān publišhing trust karāchi1994),p.120t-151

10۔اسلامی تاریخ کے دو اولین ماخذ یعنی امام ابن سعد (230ھ) کی طبقات اور امام طبری (310ھ) کی تاریخ الامم واالملوک اس واقعے سے ویسے ہی خالی ہیں ابن سعد نے بڑی تفصیل کے ساتھ حضرت ابو بکر، حضرت عثمان اور حضرت زید بن ثابت کے سوانح بیان کیے ہیں۔اس طرح تاریخ طبری میں بھی مسلیمہ کی بغاوت کی تفصیلی ذکر ملتا ہے مگر دونوں کتابوں میں عہد صدیقی میں جمع قرآن کا کوئی ذکر موجود نہیں۔حضرت ابو بکر کا جمع قرآن کا معاملہ اتنا غیر اہم نہ تھا کہ یہ کتابیں اس کا ذکر نہ کرتیں۔اس لیے ان کتب کا جمع قرآن کے ذکر سے خالی ہونا سمجھ سے بالا تر ہے۔

11۔حدیث کی اولین کتاب موطاامام مالک اس واقعے کے ذکر سے خالی ہے مزید برآں بخاری کے ہی شاگرد امام مسلم نے بھی اپنی کتاب میں اس کا ذکر نہیں کیا ہے گویا بخاری سے پہلے کی کتاب موطاامام مالک اور بعد کی کتاب صحیح مسلم دونوں میں اس کا ذکر موجود نہیں۔لہذا صرف بخاری میں ہی اس کا پایہ جانا قابل غور امر ہے۔[16]

عہد عثمانی میں جمع قرآن کا تنقیدی جائزہ:

عہد عثمانی میں بھی جو روایت جمع قرآن سے متعلق ابن شہاب زہری سے مروی ہے بعض اعتبارات سے تحقیق کا محتاج ہے اور بہت سے ایسے امور و اشکالات ہیں جو اس روایت کو درست ماننے میں مانع ہیں۔ذیل میں روایت کا تنقیدی جائزہ ملاحظہ ہو۔

1۔نبی ﷺ کی وفات کے بعد عقل و منطق کا تقاضا یہی ہے کہ آپ ﷺ کے جانشین قرآن مجید کے تحریری وزبانی ابلاغ و پھیلاؤ پر سنجیدگی سے توجہ دیتے۔کیونکہ سلطنت اسلامی کی حدود وسیع سے وسیع تر ہو رہی تھیں اور لوگ بھی جوق در جوق اسلام قبول کر رہے تھے۔ایسے میں ظاہر ہے کہ قرآن مجید سیکھنے اور پڑھنے کی خواہش و طلب بھی کئی گناہ بڑھ گئی ہوگی۔خلفائے راشدین بھی اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہونگے اور ان کے منصب کا تقاضا یہی تھا کہ انہوں نے اس کی ہزاروں نقول تیار کرا کے سلطنت میں یقیناً پھیلائی ہونگی۔اتنے بڑے پھیلاؤ کے بعد یہ ممکن نہ ہوتا کہ اگر متعین معیار سے انحراف کرتے ہوئے قرآن پڑھتا اور اس ٹھیک نہ کیا جاتا اور حقیقت یہی معلوم ہوتی ہے کہ نہ ایسے انحراف پیدا ہوئے ہونگے اور نہ ان کی اصلاح کی ضرورت پیش آتی ہوگی۔علامہ ابن حزم لکھتے ہیں۔

"جب نبی ﷺ کا انتقال ہوا تو جزیرہ نمائے عرب سارا حلقہ بگوش اسلام ہو چکا تھا۔اور اسلام مغرب میں سواسواحل یمن سے ہوتا ہوا بحیرہ احمر تک اور مشرق میں خلیج فارس تک اور ادھر فرات سے ہوتا ہوا خلیج فارس اور بحیرہ احمر سے ہوتا ہوا شام کی سرحدوں تک پھیل چکا تھا۔مملکت اسلامیہ میں اتنے شہر وقصبات تھے کہ جن کی تعداد اللہ ہی کے علم میں ہو سکتی ہے۔مثلاً یمن، بحرین، عمان، نجد، مصر، ربیعہ، قضاعہ، طائف اور مکہ سب میں اسلام ہی اسلام تھا

---

[16] زرقلی، الاعلام، (دار العلم للملایین بیروت 1992)، ج7، ص136تا151
zarqli , al-āʿlām , (dārālʿilm llmlāyin byrūt 1992),vol.7,p.136-151

اوران میں سے کوئی بھی مقام مساجد سے خالی نہ تھا۔ان سب مساجد میں قرآن نہ صرف یہ کہ پانچ وقت نمازوں میں پڑھا جاتا تھابلکہ مردوں، عورتوں اور بچوں کو سکھایا بھی جاتا تھااور ضبط تحریر میں بھی لایا جاتا تھا نبی ﷺ کے انتقال کے وقت مسلمانوں میں کسی قسم کا اختلاف نہ تھا،سب مسلمان متفق و متحد اور ایک جیسے عقائد کے حامل تھے۔پھر خلافت ابو بکر ڈھائی سال قائم رہی۔آپ نے روس وفارس کے ساتھ جہاد کیا۔یمامہ بھی آپ کے دور میں فتح ہوا۔ اس طرح قرآن پڑھنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔بہت سے صحابہ مثلاًاُبی بن کعب، عمر، علی،زید اور ابو زید اور ابن مسعود کے علاوہ بیسوں لوگ بھی قرآن مرتب کر چکے تھے۔ایک بھی شہر یا قصبہ تحریری قرآن سے خالی نہ تھا۔پھر ابو بکر کا انتقال ہوااور عمر خلیفہ بنے۔ان کے زمانے میں فارس، شام ،مصراور جزیرہ نمائے عرب کے بقیہ حصے فتح ہوئے۔یہاں بھی وہی صورت حال ہوئی کہ مساجد تعمیر ہوئیں اور قرآن پڑھایا جانے لگا۔خلافت عمر تقریباً دس سال رہی۔اب بھی مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہ تھااور وہ ایک ہی عقیدے اور ایمان پر مجتمع تھے،اُس وقت مصر، عراق، شام،یمن اور دوسرے علاقوں میں کم وبیش ایک لاکھ قرآن ضرور موجود تھے۔خلافت عثمانی میں سلطنت کی حدود میں مزید وسعت ہوگئی اور ساتھ ہی اشاعت علم کا بھی سلسلہ تیز تر ہوتا گیا۔اس زمانے میں قرآن کے اتنے نسخے اسلامی سلطنت میں موجود تھے کہ ان کا شمار بھی ممکن نہیں۔مسلم امت میں اتحاد واتفاق کی یہ صورت حالِ عہد عثمانی تک قائم رہی۔''[17]

سابقہ قیاسات اور اور امام ابن حزم کی اس تاریخی بیان کی روشنی میں یہ تصور کرنا مشکل ہے کہ قراءت قرآن کے ضمن میں ایسے شدید اختلافات جیساکہ روایت میں ظاہر کیا گیا ہے ہوئے ہونگے۔کہ جو کسی خدشے یا خطرے کا باعث بنے ہونگے۔

2۔بالفرض اگر یہ بات قبول کرلی جائے کہ قرآن کی قراءت کے ضمن میں کچھ اختلافات ایک علاقے میں رونما ہوئے ہونگے ،تو اس کا آسان حل یہی تھا کہ اس علاقے میں قرآن کے معیاری تحریری نسخے بھیج دیے جاتے۔اور انہیں متعین معیاری قراءت کا پابند بنادیا جاتا۔قرآن تو پہلے ہی سلطنت میں وسیع تعداد میں موجود تھا تو پھر بصرہ، مکہ اور بحرین اور یمن جیسے علاقوں میں قرآن بھیجنے کی کیا ضرورت تھی، جبکہ وہاں کوئی اختلاف ہی نہ تھا۔کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ سرکاری نسخے سلطنت کے مختلف مقامات پر اسی طرح بھیجے گئے ہونگے ،جب قراءت میں اختلافات رونما ہوئے ہونگے۔اس کا مطلب ہے کہ گویا حضرت عثمان اور آپ کے اسلاف نے ان اختلافات کے پیدا ہونے سے قبل اتنے اہم کام کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

3۔جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ قرآن مجید قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے اور انہی کے لہجے میں لکھا گیا ہے۔اس روایت سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان، حضرت زید کو ہدایت کر رہے ہیں کہ اختلاف کی صورت میں قریش کے لہجے میں لکھا جائے۔یہ عجیب بات ہے کہ ہدایت ان کو دے رہے ہیں جو

---

[17] ابن حزم ،الفصل فی الملل والاھواء والنحل (مکتبہ السلام بیروت) ص66تا67
abn ḥzm , al-faṣl fy al-mll wālāhū aʾ wālnḥl (maktbh al-slām byrūt)p. 66-67

خود قریشی نہیں ہیں ، اگر وہ نسخہ جس سے مزید معیاری نقول تیار کی جارہی تھیں اگر پہلے ہی قریش کے لہجے میں لکھا گیا تھا۔ تو پھر اختلاف پیدا ہونے کا امکان ہی نہ تھا۔ جب امکان ہی نہ تھا تو پھر اس ہدایت کی ضرورت ہی کیا تھی مزید یہ کہ اس نسخے کو دو خلفاء کی منظوری حاصل تھی لہذا اب اس میں اختلاف کی گنجائش کہاں تھی ؟ اور پھر یہ کہ حضرت زید کے ساتھ ایک کمیٹی بنانے کی ضرورت کیا تھی، جبکہ پہلا نسخہ بھی انہی کا لکھا ہوا تھا اور اب تو اس سے محض مزید نقول تیار کرنا تھیں۔

4۔ اس روایت سے ہمیں پھر سورہ احزاب کی کچھ آیات کی گمشدگی کی اطلاع ملتی ہے۔ پہلی دفعہ جب حضرت زید نے لکھا تھا تو سورہ توبہ کی دو آیات نہ تھیں چنانچہ انہیں ڈھونڈ کر قرآن مکمل کیا گیا تھا اب پھر حضرت زید ہی لکھ رہے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ سورہ احزاب کی آیات نہیں ہیں اس کا مطلب ہے کہ یا تو پہلا نسخہ نامکمل رہ گیا تھا اور کم و بیش بارہ برس تک کسی نے اس پر غور نہ کیا۔ جبکہ وہ دو خلفاء کی تحویل میں بھی رہا۔ اور یا یہ کہ اس روایت میں کوئی غلطی ہے۔ تو پھر کیا یہ قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ اگر حضرت زید کو تیسری بار قرآن لکھنے کا حکم دیا جاتا، تو شاید پھر کچھ اور آیات گم پائی جاتیں۔

5۔ فنی اعتبار سے یہ روایت اپنی سند کے اعتبار سے ایک غریب روایت ہے اس کے راویوں کے پہلے دو طبقات میں بس ایک ایک راوی ہے پہلے طبقے میں صرف انس بن مالک، اور ان سے صرف ابن شہاب زہری روایت کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قریباً نصف صدی تک یہ بات صرف چند افراد کو معلوم تھی، حالانکہ اپنی اہمیت کے پیش نظر اسے بڑے پیمانے پر لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے تھا۔

6۔ اس روایت میں پھر ابن شہاب زہری کی شخصیت موجود ہیں جس پر ادراج، تدلیس اور ارسال کا الزام ہے اور وہ متروک الحدیث ہیں۔ اور انہی مسائل کی وجہ سے قرآن سے متعلق روایات میں ان کی موجودگی معاملے کو مزید مشکوک بنادیتی ہے۔

7۔ اسلامی تاریخ کے دونوں اولین ماخذ یعنی طبقات ابن سعد اور تاریخ الامم وللملوک اس مسئلے کے ذکر سے خالی ہیں ابن سعد حضرت زید کے سوانح تفصیل سے بیان کرتے ہیں لیکن کہیں بھی جمع قرآن کے ضمن میں ان کی خدمات کا ذکر نہیں کرتے۔[18] اسی طرح امام طبری آرمینیا اور آذربائیجان کے محاذوں کا ذکر تو کرتے ہیں لیکن اس جنگ کے حوالے سے اختلاف قراءت کے پیدا ہونے کا ذکر نہیں کرتے۔[19] اور نہ عثمان کے عہد میں تدوین قرآن یا اس پر نظر ثانی کا کوئی ذکر کرتے ہیں۔ واقعات کی اہمیت اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ ان اولین ماخذوں میں اس کا ذکر پایا جائے۔ مگر یہاں ان کا تذکرہ نہ ہونا شبہات پیدا کرتا ہے۔

---

[18] ابن سعد، طبقات، (دار بیروت)، ج2، ص362

abn sāʿd ,ṭbqāt , (dār ibyrūt),vol.2,p.362

[19] طبری، تاریخ الامم والملوک، (دار الفکر بیروت، 1979)، ج5، ص45تا46

ṭbry ,tārykẖ al-āmm wālmlūk ,(dārlfikr byrūt, 1979),vol.5,p.45-46

8۔ موطا امام مالک بھی اس واقعے کے ذکر سے خالی ہے اور مسلم نے اس کا تذکرہ نہیں کیا، موطا اور مسلم کے علاوہ صرف بخاری میں اس کا ذکر ہونا سوالیہ نشان ہے۔

9۔ پھر حضرت عثمان کا اُس نسخے کو واپس بھیجنا جو حضرت حفصہ سے منگوائی تھی حیران کن ہے اگر وہ سرکاری مصحف تھی تو پھر اسے عثمان کے پاس ہونا چاہیے اور پھر حضرت علی کو خلیفہ بننے کے بعد منتقل ہو جاتا، لیکن حیرانی ہے کہ وہ نسخہ پھر حضرت حفصہ کے حوالے کی گئی۔

ان تمام حقائق کی روشنی میں ان روایات کو درست ماننا مشکل ہے۔ اس لیے قرآن مجید کی روشنی میں ان روایات کو دیکھا جائے تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے متن سے ہی بات واضح ہو جاتی ہے لیکن سند میں ابن شہاب زہری کی شخصیت کا دونوں روایتوں میں پایا جانا اس بات کو یقین کی حد تک مشکوک بنا دیتی ہے اس لیے یہ دونوں روایت ان سوالوں کے تسلی بخش جواب ملے بغیر قبول نہیں کیے جا سکتے۔

ابن شہاب زہری کی متنازع شخصیت:

جمع قرآن سے متعلق دور ابو بکر و عثمان کے دونوں روایات ابن شہاب زہری سے مروی ہیں میں نے ابتدا میں عرض کیا تھا شہاب زہری ایک متنازع شخصیت ہیں جس پر ادراج، تدلیس اور ارسال کا الزام ہے اس لیے ضروری ہے کہ اس بارے میں وضاحت کے ساتھ بات بیان کی جائے۔

ابن شہاب زہری کا پورا نام ابو بکر محمد بن مسلم بن عبداللہ شہاب زہری ہے ماہرین علم رجال انہیں بالعموم ثقہ راوی کے طور پر تسلیم کرتے ہیں تاہم اس کے برعکس شواہد موجود ہیں خاص طور پر وہ روایات جن میں قرآن مجید، حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عائشہ کا ذکر ہے[20] ان سب روایات میں ابن شہاب زہری کی شخصیت کا پایا جانا، ان کی شخصیت کو ایک دوسرے حوالے سے بھی محتاج تحقیق بنا دیتا ہے۔ تصویر کا دوسرا رخ ظاہر کرتا ہے کہ ان پر تین الزامات ہیں۔

1۔ ادراج 2۔ تدلیس 3۔ ارسال

1۔ ادراج:

اس سے مراد متن حدیث میں ایسا اضافہ کرنا ہے جس کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس اضافے کا اظہار بھی نہ کیا جائے، تمام محدثین کے نزدیک ادراج ممنوع ہے۔[21]

---

[20] محمد ابن شہاب زہری، از خالد مسعود، (مئی، 1987)، تدبر نمبر 21، ص 7 تا 9
mḥmd abn šhāb zahry , az ẖāld msʿūd , (may 1987),tdbur number 21,p.7-9

[21] احمد محمد شاکر، الباعث الحثیث شرح اختصار العلوم الحدیث (دار التراث قاہرہ 1979) ص 64
aḥmd muḥmmad šhākir,ālbāʿṯ al-ḥtyṯ šrḥ aẖtṣār al-ʿlūm al-ḥdiṯh (dārāltrāṯ qāhirah 1979)p.64

زھرے کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ادراج کرتے تھے۔ابن رجب نے بخاری سے نقل کی ہے۔

فان الزہری کان کثیر یروی الحدیث ثم یدرج فیه اشاءِ بعضها مراسیل و بعضها من رایه وکلام[22]

''چنانچہ اکثر ایسا ہوتا،زہری حدیث بیان کرتے اور پھر وہ اس میں اپنی طرف سے بھی جملے بیان کر دیتے۔بعض باتیں ان میں مرسل ہوتیں اور بعض ان کا اپنا کلام اور رائے۔''

مشہور محدث ربیعہ ان سے یہ کہا کرتے تھے۔

''ربیعہ نے ابن شہاب زہری سے کہا: اے ابو بکر آپ جب بھی اپنی رائے بیان کریں تو لوگوں کو بتادیں کہ یہ آپ کی رائے ہے اور جب آپ نبی ﷺ کی بات بیان کریں تو بتادیں کہ یہ نبی ﷺ کی بات ہے تاکہ وہ اس کو آپ کی رائے نہ سمجھیں۔''[23]

ابن شہاب زہری اپنے بارے میں خود بیان کرتے ہیں۔

کان ربیعة یقول ابن شہاب ان حالتی لیس تشبه حالک انا اقوال براءی من شاءَاخذه و انت تحدث عن النبی ﷺ فتحفظ لاینبغی لآحد ان یعلم ان عنده شی من العلم یضیع نفسه[24]

''ابن شہاب زہری سے ربیعہ بیان کیا کرتے تھے: میرا معاملہ تم سے یکسر مختلف ہے، میں ایک رائے بیان کرتا ہوں، چاہئے اسے اختیار کر سکتا ہے جبکہ تم نبی ﷺ کی طرف سے کہتے ہو۔اس لیے تمہیں اس سلسلہ میں بہت محتاط کرنا چاہیے۔یہ کسی ایسے شخص کے جو یہ جانتا ہو کہ اس کے پاس کچھ علم ہے شایانِ شان نہیں ہے کہ وہ خود کو ضائع کرے۔''

2۔تدلیس:

اس سے مراد راوی کا اس شخص کے حوالے سے بات بیان کرنا ہے جس سے اس کی ملاقات تو ثابت ہو مگر جو بات وہ بیان کر رہا ہے وہ اس نے اس سے نہ سنی ہو، مگر وہ یہی تاثر دے کہ اس نے اس سے یہ بات سنی ہوئی ہے۔تدلیس کے بارے میں محدثین کا اتفاق کہ اس صورت میں حدیث کو قبول نہیں کیا جائے گا۔تدلیس کے بارے میں امام شعبہ کا قول ہے۔

---

22 ابن رجب، فتح الباری، طبع اول (دار ابن الجوزی جدہ 1996)، ج 5، ص 286
abn rjab ,fth̤ al-bāry ,t̤bʿ aūl (dār abn al-ğūzy ğidh 1996),vol.5,p.286

23 خطیب بغدادی، الفقیہ والمتفقیہ، (دار لحیاء السنہ لاہور)، ج 1، ص 148
kẖt̤yb bġdādy , al-fiqhyhtū al-mtfqyh , (dār lh̤yāʾ al-snh lāhūr),vol.1,p.148

24 بخاری، تاریخ الکبیر، ج، (دار الکتب العلمیہ بیروت)، ج 3، ص 286 تا 287
bukẖāry ,tārykẖ al-kbyr , (dārālktb al-ʿlmyh byrūt),vol.3,p.286-287

التدليس اخوا الكذب [25]

"تدلیس جھوٹ کا بھائی ہے۔"

امام شافعی کہتے ہیں کہ ہم تدلیس کرنے والے کی کوئی حدیث اس وقت تک قبول نہیں کرتے، جب تک وہ حدثنی یا سمعت کے الفاظ بیان نہ کرے۔ [26]

امام شافعی، امام دار قطنی سمیت کئی محدثین نے زہری پر تدلیس کا الزام لگایا ہے۔ [27]

3۔ارسال:

اس سے مراد یہ ہے کہ سند کے آغاز میں تابعی کے بعد کے راوی کا نام بیان نہ کیا جائے۔ مرسل حدیث کا حکم ماہرین فن یوں بیان کرتے ہیں۔

"حقیقت یہ ہے کہ مرسل احادیث ضعیف اور ترک کرنے کے قابل ہوتی ہیں کیونکہ وہ مقبول احادیث کی شرائط میں سے اتصال کو پورا نہیں کرتیں۔ وہ کڑی جو غائب ہوتی ہے اس کے بارے میں امکان ہو سکتا ہے کہ وہ صحابہ نہ ہو۔" [28]

زہری کے بارے میں ابوداؤد کہتے ہیں۔

حديثه الفان و مائتان، النصف منها مسند [29]

"ان کی بیان کردہ دوہزار دوسو احادیث میں سے نصف ہی مسند ہے (اور باقی تمام مرسل ہیں)۔"

امام شافعی زہری کے ارسال کے متعلق لکھتے ہیں۔

ارسال الزهری ليس بشی ء لانا نجده يروی عن سليمان بن ارقم [30]

"زہری کی مرسلات بے بنیاد ہیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ سلیمان ابن ارقم (جیسے ناقابل اعتماد آدمی) سے روایت کرتے ہیں۔"

---

[25] خطیب بغدادی، الکفایہ، طبع اول، (دائرۃ المعارف حیدر آباد 1357ھ)، ص355

kẖṭyb bġdādy , ālkfāyh ,ṭbʿ aūl ,(dāʾir al-mʿārf ḥydrʾābād 1357),p.355

[26] شافعی، الرسالہ، (دار لکتب العلمیہ بیروت)، ص380

šhāfʿy , al-rsālh ,(dārlktb al-ʿlmyh byrūt),p.380

[27] ابن حجر عسقلانی، المدلسین، (مکتب کلیات الازہر قاہرہ)، ص32تا33

abn ḥğr aʿsqlāny ,ālmdlsyn ,(mktb kulyāt al-āzhr qāhrh),p.32-33

[28] محمود طحان، تیسیر مطلع الحدیث، (قومی کتب خانہ کراچی)، ص71

mḥmūd ṭḥān ,tysyr maṭlʿa al-ḥdiṯa ,(qūmi kutab kẖānā, kārāchi),p.71

[29] ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، (دار الکتب العلمیہ بیروت)، ج1، ص1

ḏhby, taḏkrh al-ḥfā ẓ ,(dār āl ktb al-ʿlmuh byrūt),vol.1,p.1

[30] ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، (دار لکتب العلمیہ بیروت)، ج1، ص9

ḏhby, taḏkrh al-ḥfā ẓ ,(dār āl ktb al-ʿlmuh byrūt),vol.1,p.9

امام ذھبی نے یحیی بن سعید کے یہ الفاظ ابن شہاب زہری کے بارے میں نقل کیے ہیں۔

مرسل الزهری شر من مرسل غیره لانه حافظ و کل ما قدر ان یسی سمی،و انما یتروک من لایحب ان یسمی[31]

''زہری کی مرسلات دوسروں سے بدتر ہیں کیونکہ وہ حافظ تھے اور ان کے لیے یہ ممکن تھا کہ وہ راویوں کے نام لیں مگر وہ جس کا نام لینا پسند نہیں کرتے اسے چھوڑ دیتے۔''

ابن شہاب زہری کی شخصیت بہت زیادہ متنازع ہے امام شافعی، ابو داؤد، یحیی بن سعید جیسے ائمہ نے ان پر ارسال، تدراج اور تدلیس کا الزام لگایا ہے بلکہ امام داؤد نے ان کے راویات کردہ ذخیر حدیث میں سے نصف کو مرسل قرار دیا ہے۔ اس لیے قرآن مجید کے بارے میں ان کے بیان کردہ یہ احادیث مشکوک ہیں حدیث کا متن اور دیگر تمام شوائد ان احادیث کے غلط ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ اور دلچسپی کی بات یہ ہے کہ دونوں حدیث ابن شہاب زہری سے ہی منقول ہیں جو معمے کو مزید اشکال میں ڈال دیتی ہے۔

خلاصہ بحث:

قرآن مجید اور تاریخی حقائق کے مطابق قرآن مجید کا نزول جونہی ہی تئیس سال میں مکمل ہوا تو آخری سال میں قرآن مجید کو وحی کے ذریعے ترتیب دیا گیا۔ یہ ترتیب توقیفی ہے تمام سورتوں اور آیتوں کو ترتیب دیا گیا اور اس کتاب کو ہمیشہ کے لیے جاری کر دیا گیا۔ یہ کتاب محمد ﷺ کی وفات سے پہلے مکمل لکھی جا چکی تھی اور صحابہ کے پاس موجود تھی۔ جونہی وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا اسے مجلد کیا گیا۔ اس کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری کا جو وعدہ اللہ تعالی نے کیا تھا س کے مطابق اس کتاب کو حضور ﷺ کی رحلت سے پہلے مکمل کیا گیا اور مسلمانوں کے حوالے کر کے نبی ﷺ دنیا سے رخصت ہوئے۔ قرآن مجید کے مطابق یہ حضور ﷺ کی ذمہ داری تھی اور انہوں نے اپنا فرض منصبی نبا کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ تاریخ قرآن سے متعلق بعد میں جو روایات ملتی ہیں وہ حقائق کے برعکس ہیں امام بخاری نے اپنے صحیح میں ابو بکر اور عثمان کے دور میں تدوین قرآن کے حوالے سے جو روایات نقل کی ہیں وہ روایات غریب روایات ہیں اور صحت کے اعتبار سے متن اور سند دونوں میں اتنے اشکالات مانع ہیں کہ انہیں قبول نہیں کیا جا سکتا۔ جو قرآن کے نصوص سے متعارض ہیں اور پھر دونوں روایت ابن شہاب زہری سے مروی ہیں جن پر تدلیس، ارسال اور ادراج کا الزام ہے جبکہ اُن کے ان روایتوں کو امام مالک نے بھی قبول نہیں کیا اور موطا میں جگہ نہیں دیا۔ جو حدیث کی پہلی مدون کتاب ہے۔ اسی طرح امام مسلم نے صحیح بخاری کے بعد صحیح مسلم مدون کیا مگر انہوں نے ان روایات کو غلط قرار دیکر اپنے صحیح میں جگہ نہیں دیا۔ مسلم بخاری کے شاگرد تھے اور صحیح مسلم بخاری کے بعد لکھی گئی، اس لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ

---

31 ذھبی، سیر اعلام النبلاء، طبع ہشتم، (موئسہ الرسالہ بیروت، 1992)، ج5، ص338
ḏhby , syr aʿlām al-nublāʾ, ṭabʿa hštm ,(mūʾsish al-rsālh byrūt,1992),vol.5,p.338

یہ روایات امام مسلم کی نظر سے گزری نہیں ہیں بلکہ تمام حقائق اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ انہوں نے ان روایتوں کو قبول نہیں کیا۔اسی طرح تاریخ کی پہلی مستند کتاب طبقات ابن سعد میں ابن سعد نے بھی اس واقعے کا تذکرہ تک نہیں کیا ہے نہ صرف ابن سعد نے طبری نے بھی اس واقعے کا ذکر نہیں کیا ہے اس لیے غالب گمان یہی ہے کہ ان دونوں روایتوں کو بخاری نے غلطی سے صحیح میں جگہ دیا ہے درحالانکہ تخریج سے یہ بات قطعی ہے کہ دونوں روایت صحت کے اعتبار سے بہت کمزور ہیں اور غریب روایات ہیں اور پھر دونوں غریب روایات ایسے شخص سے مروی ہیں جن پر ادارج، تدلیس اور ارسال کا الزام ہے مزید یہ کہ دونوں روایت قرآنی نصوص سے متعارض ہیں اس لیے ان روایتوں کی بنیاد پر تاریخ قرآن سے متعلق خود قرآن میں جو کچھ بیان ہوا ہے اسے مسترد نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ قرآن مجید کی روشنی میں ان روایتوں کو رد کیا جانا چاہیے۔اور قرآن بالکل واضح ہے کہ قرآن مجید حضور ﷺ کے دور میں لکھی جاچکی تھی، بعد میں نہ قراءت کا ختلاف ہوا اور نہ ہی اس کے آیات غائب پائی گئیں بلکہ ابو بکر اور عثمان کے دور میں اس کے علاوہ کچھ نہیں کیا گیا کہ قرآن کی کاپیاں بنا کر ملک کے مختلف حصوں میں پھیلا دیے گئے۔قرآن کا اپنے بارے میں یہی موقف ہے جو میں نے اس مضمون میں بیان کر دیا ہے اہل علم سے اس بارے میں غور و فکر کرنے کی استدعا کرتے ہیں۔